

عدل و مساوات کا اسلامی تصور اور باہمی تعلق: تعارفی مطالعہ

The Islamic Concept of Justice and Equality: An Introductory Study

☆ ڈاکٹر سنبل اشرف

اسسٹنٹ پروفیسر، لاہور کالج فار وومن یونیورسٹی، لاہور۔

☆ ڈاکٹر صدف سلطان

ڈاکٹر صدف سلطان، اسسٹنٹ پروفیسر، لاہور کالج فار وومن یونیورسٹی، لاہور۔

Abstract

Islam introduced the concept of justice and equality. Which was also practiced by the Holy Prophet Muhammad SAW and thus indulged to the lives of mankind. Before Islam, there was not any remarkable concept of justice and equality in the world. Now days, due to lack of knowledge there is considered no difference between Basic Islamic Concept of Justice and the Court system in Islam. It is obvious that these two are entirely different. Another misconception is worth discussion over here which is now days very common that people think that the Islam is a religion of equality between the people in every matter. But honestly, this is not very true. Because, Islam surely appeals for the equality among the society but only on the basis of justice. In Islam, the justice is the name of equality between the people in which the the acquisition of the properties of human nature are in balance and concordance. The basic socialism is also a part of these characteristics. So, it can be said that justice is the real combination of both materialistic of life and its fundamentalism and maintains no difference between them. This defines life as mutual aid, harmony sympathy and equality at the same time.

Keywords: Justice, Equality, Unity, Nature, Dignity

تعارف

عدل کے متعلق اسلام کا نظریہ اس دین کے نظریہ حیات سے مستنبط ہے اور اس کے کل کا ایک جزو ہے جسے خالق کائنات نے حق، میزان، صدق، عدل اور قسط سے تعبیر کیا ہے اس سے یہ تو بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ جس طرح کائنات عدل و انصاف کے ستونوں پہ قائم ہے بالکل اسی طرح انسانی زندگی کی بقاء اور اس کے امن و سکون کا انحصار بھی قیام عدل پر ہے۔ گویا عدل ایک ایسا دائرہ ہے جس میں انسان کی زندگی کو ہر طرح کے مسائل کا حل میسر ہے اور اس سے فرار کا نام ظلم ہے۔ ظلم عدل کی ضد ہے جس جگہ عدل نہیں ہو گا تو اس کی جگہ ظلم لے لے گا اور نتیجہ بربادی کی صورت میں نکلے گا عدل و انصاف کے راستے سے ہٹ جانا خود کشی، خود سوزی کے مترادف ہے۔ جیسے ایک ستارہ جو کہ اپنے مرکز اور مقررہ راستے سے ہٹ جائے تو پھر وہ شہاب ثاقب بن کر اپنے مستقر بلکہ خود اپنی ذات کے لئے تباہ کن ہوتا ہے۔ یہ کائنات عدل تکوینی کا ایک سدابہار اور زندہ جاوید خزانہ ہے۔ اس جہاں کی ساری نعمتیں عدل تکوینی کے باعث ہیں۔ زمین کے خزانے اور فضا کے انعامات سبھی تناسب و توازن کے باعث ہمیں میسر ہیں۔ فطرت کا یہ مستقل ضابطہ اور قاعدہ ہے کہ جو چیز تناسب اور توازن کو اختیار کر کے عدل تکوینی کا مظہر بن جائے گی، وہ انسانیت کے لئے رنگارنگ اور متنوع فوائد اور ثمرات پیش کرے گی اور جن اجزائے کائنات میں سے عدل گستری اور توازن و تناسب کا یہ حسن ختم ہو جائے گا، وہ انسانیت کے لئے فائدے کی بجائے نقصان کا موجب ہوں گے۔

☆ عدل کی تفہیم

عدل کے لغوی و اصطلاحی معنی کی وضاحت کرتے ہوئے الفرائیدی کہتے ہیں:

الْعَدْلُ: الْمَرْضِيُّ مِنَ النَّاسِ قَوْلُهُ وَحُكْمُهُ

"عدل یہ ہے کہ جو لوگوں کے درمیان ان کی مرضی اور ان کے حکم سے ہو"

يَعْدِلُ: يَحْكُمُ بِالْحَقِّ وَالْعَدْلُ: "عدل کرنا یہ ہے کہ حق اور انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے" وَالْعَادِلُ: الْمُشْرِكُ الَّذِي يَعْدِلُ بَيْنَهُ "اور عادل وہ ہے جو مشرک ہے یعنی اپنے رب کے ساتھ عدل کرتا ہے" وَالْعِدْلَانِ: الْحَمْلَانِ عَلَى الدَّابَّةِ مِنْ جَانِبَيْنِ۔ "اور عدل یہ ہے کہ چوپایہ پر اس کی دونوں جانب سے ایک جیسا وزن ڈالا جائے" وَالْعَدْلُ: نَقِيضُ الْجَوْرِ۔ "عدل ظلم کو توڑتا ہے" وَرَجُلٌ وَامْرَأَةٌ عَدْلٌ سَوَاءٌ۔¹ "مرد اور عورت دونوں عدل میں برابر ہیں"

ان مفہیم سے واضح ہوتا ہے کہ عدل سے مراد لوگوں کے درمیان مکمل حق اور انصاف کے تقاضوں کے مطابق فیصلہ کرنا ہے اور ایک چوپایہ کی مثال دی کہ اس کے دونوں اطراف برابر کا وزن رکھا جانا عدل ہے یعنی توازن کو برقرار رکھنا عدل ہے۔ عدل کی رُو سے انسانوں میں مساوات ہے جیسا کہ عدل میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں مزید یہ کہ عدل ہر قسم کے ظلم کو ختم کرتا ہے اور عدل چونکہ برابری کا تقاضا کرتا ہے تو پھر مشرک بھی عادل ہونے کی خصوصیت اپنے اندر رکھتا ہے جیسا کہ وہ اپنے رب کے ساتھ عدل کرتا ہے کیونکہ وہ دوسروں کو بھی رب کے ساتھ برابر ٹھہراتا ہے۔

عدل کے بارے میں محمد مرتضیٰ الزبیدی کچھ یوں رقمطراز ہیں:

العدالة والمعدلة لفظ يقتضى المساواة.

"عدل کرنے کی جگہ یعنی عدالت کا لفظ مساوات کا تقاضا کرتا ہے۔"

عدل: الحاكم في الحكم. عدل یہ ہے کہ حاکم اپنے حکم میں انصاف کرے "فهو عادل: هو يقتضى بالحق و يعدل وهو حكم عادل ذو معدلة في حكمه. پس وہ عادل ہے جو حق کے ساتھ عدل کے تقاضوں کو پورا کرے اور عدالت میں ہر حکم عدل کی بنا پر دے۔ عدل: بلفظ واحد وهذا أى الخير۔ "عدل کے بارے میں اگر ایک لفظ کہا جائے تو وہ ہے خیر (بھلائی)" العدل: بالنظر الى أصله وهو ضد الجور.² "عدل کی اصل یہ نظر ڈالی جائے تو یہ ظلم کی ضد ہے"

انہوں نے بھی عدل کو انصاف، برابری، حق اور ظلم کی ضد قرار دیا۔ اس کے ساتھ انہوں نے عدل کو بہت خوبصورت پیرائے میں بیان کیا جیسا کہ عدل کو "خیر" قرار دیا یعنی عدل میں انسانیت کے لیے مکمل بھلائی اور خیر ہے اور اگر انسان اس خیر کے راستے کو چھوڑ دے تو نتیجہ صرف شر کی صورت میں نکلے گا جو کہ انسانیت کو صرف بربادی کی طرف لے جائے گا۔

ابراہیم مصطفیٰ عدل کے بارے میں لکھتے ہیں:

عَدْلٌ: الْمِيزَانُ وَعَدْلُ السَّهْمِ. "عدل تو ترازو ہے اور عدل ایسے ہے جیسے کسی تیر کو سیدھا پھینکنا" عَدْلٌ: عَدْلٌ بَيْنَهُ عَدْلًا أَشْرَكَ وَسَوَّى بِهِ غَيْرَهُ. "عدل برابری ہے جیسا کہ مشرک اپنے رب کے ساتھ عدل کرتا ہے جب وہ کسی اور کو اس کے برابر ٹھہراتا ہے۔"

الْعَدْلُ: نَصْفُ الْجَمَلِ يَكُونُ عَلَى أَحَدِ جَنْبَيْ الْبَعِيرِ.

¹ ابی عبد الرحمن الخلیل بن احمد، کتاب العین، دار احیاء التراث العربی، بیروت: لبنان، س۔ن، ص: 609

² تاج العروس من جواهر القاموس، منشورات دار مکتبۃ الحیاء، بیروت: لبنان، س۔ن، 9/8

”عدل یہ ہے کہ اونٹ کے ایک طرف آدھا اور دوسری طرف بھی آدھا وزن رکھا جائے تاکہ توازن قائم ہو“

عَدْل: الْفِدَاءُ وَفِي التَّنْزِيلِ الْعَزِيزِ - {وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ} ³ عدل سے مراد قربانی ہے اور جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ”اور ان سے اس روز کوئی بدلہ قبول نہیں کیا جائے گا۔“

یہ بھی اپنے پیش کردہ مفاہیم میں باقی حضرات کی طرح عدل کو برابری، توازن اور انصاف قرار دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ عدل کو ترازو کہتے ہیں یعنی ایسا پیمانہ جو چیزوں کا توازن قائم رکھے اور انہیں سیدھے اور صاف انداز میں قائم رکھے۔ مزید وہ عدل کو قرآن پاک کی ایک آیت کا حوالہ دیتے ہوئے قربانی اور بدلہ قرار دیتے ہیں کہ جس میں ارشاد ربانی ہے کہ روز محشر کفار سے کوئی بدلہ یا قربانی قبول نہیں کی جائے گی۔ عدل کے متعلق عبدالعزیز سید الاہل کہتے ہیں:

العَدْل: الْفِدَاءُ. قَوْلُهُ تَعَالَى: {وَلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ} ⁵

”عدل قربانی ہے ارشاد ربانی ہے کہ ”اور ان سے کوئی بدلہ قبول نہیں کیا جائے گا“

العَدْل: الْانْصَافُ. قَوْلُهُ تَعَالَى: {فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا} ⁶

”عدل سے مراد انصاف ہے ارشاد ربانی ہے کہ ”اور اگر تمہیں اس بات کا اندیشہ ہو کہ تم انصاف نہیں کر سکو گے“

العَدْل: الْقِيَمَةُ قَوْلُهُ تَعَالَى: {أَوْ عَدْلُ ذَلِكَ} ⁷

”عدل قائم رہنے کو کہا جاتا ہے ارشاد ربانی ہے کہ ”یا وہ اس پر قائم رہیں“

العَدْل: شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ.

”عدل سے مراد ہے گواہی دینا جیسا کہ یہ گواہی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں“

يَعْدِلُونَ أَيْ يَشْرِكُونَ ⁸. قَوْلُهُ تَعَالَى:

{وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُونَ} ⁹

”عدل کرنے والوں سے مراد ہے کہ وہ برابری کریں ارشاد ربانی ہے کہ وہ لوگ جو یوم آخرت پہ یقین نہیں رکھتے اور جنہوں نے اپنے رب کے برابر دوسروں کو بھی سمجھا۔“

انہوں نے عدل کو انصاف، برابری، قربانی، اور بدلہ قرار دیا جیسا کہ ہم نے پہلے بھی دیکھا ہے اور اس کے ساتھ انہوں نے عدل کو قائم رہنے والا قرار دیا یعنی عدل اپنی ذات میں ایک مستقل حیثیت رکھتا ہے یہ کسی بھی تناظر میں بدل نہیں سکتا اور اس پر قائم رہنے میں ہی انسانیت کی فلاح ہے۔ اس کے علاوہ عدل کی ایک اور حیثیت بیان کی جس کے مطابق عدل سے مراد گواہی دینا ہے اور ایسی گواہی دینا جو کہ مکمل حق پر مبنی ہو جیسا کہ توحید کی گواہی دینا۔

³ المعجم الوسيط، مكتبة دار الدعوة، استنبول: ترکی، س-ن، 588/1

⁴ البقرة: 2:123

⁵ البقرة: 2:48

⁶ النساء: 3:4

⁷ البائت: 5:95

⁸ قاموس القرآن، مكتبة دار لعلم للعلامین، بیروت، 1977ء، 317/8، 318

⁹ الانعام: 6:150

لسان العرب میں ابن منظور عدل کے متعلق کچھ یوں رقمطراز ہیں:

الْعَدْلُ: مَا قَامَ فِي النُّفُوسِ أَنَّهُ مُسْتَقِيمٌ وَهُوَ ضِدُّ الْجَوْرِ.

”عدل یہ ہے کہ لوگ اس پر سیدھی طرح قائم رہیں اور یہ ظلم کی ضد ہے“

الْعَدْلُ: هُوَ الَّذِي لَا يَمِيلُ بِهِ الْهَوَىٰ. ”عدل سے مراد ہے کہ جو شخص عدل کرے اس میں وہ اپنی ذاتی خواہشات کی پیروی نہیں کرتا“۔ وَالْعَدْلُ مِنَ النَّاسِ: الْمُرَضَّيُّ قَوْلَهُ وَحُكْمُهُ. ”اور لوگوں کے درمیان عدل یہ ہے جو ان کی مرضی اور ان کے حکم سے ہو“

وَالْعَدْلُ: عَدَلَتْ بِهَذَا عَدَدٌ لَا حَسَنًا” اور عدل تو یہ حکم ہے کہ عدل کرو یہ عدل بہت خوبصورت ہے۔ الْعَدْلُ: تَسْوِيَةُ الْوَنِينِ وَهَمَّا الْعَدْلَانِ۔¹⁰ عدل یہ ہے کہ جس میں دونوں کونوں میں بالکل برابری ہو۔

یہ مفہیم بھی پہلے پیش کردہ مفہیم کے ہی مطابق ہیں جیسا کہ عدل کو انصاف، برابری، توازن و اعتدال اور ظلم کی ضد قرار دیا۔ اس کے ساتھ انہوں نے عدل کرنے والے کی خصوصیت بیان کی کہ جب وہ عدل کرتا ہے تو اس میں اس کی ذاتی خواہشات کا بالکل عمل دخل نہیں ہوتا مزید یہ عدل کی مثال ایسے دیتے ہیں جیسا کہ دو کونے ہیں جو کہ آپس میں بالکل برابر ہوں یعنی برابری اور توازن کا تناسب عدل کا بنیادی خاصہ ہیں۔ ایک مقالہ نگار عدل کے بارے میں کچھ یوں بیان کرتے ہیں:

عدل: ”برابر کے دو بوجھ جو لد و جانور کے دونوں جانب لادے جائیں“ اس کے علاوہ ان کے نزدیک عدل سے مراد سیدھی

راہ، بیچ کی راہ، توازن، غیر جانبداری، انصاف اور ایمان داری ہے۔¹¹

سید قائم رضا نسیم عدل کی وضاحت ان الفاظ میں کرتے ہیں:

عدل: ”انصاف اور ٹھیک ٹھیک فیصلہ“ مزید یہ عدل کو دادرسی کرنا، انصاف کرنا اور درست فیصلہ کرنا قرار دیتے ہیں۔¹²

مزید ایک مقالہ نگار عدل کے بارے میں کچھ یوں رقمطراز ہیں: عدل: ”عدل کے معنی مستقیم، منصفانہ اور متوازن کے ہیں“ عدل: ”عدل سے مراد ہے پورا وزن“ مزید یہ کہتے ہیں کہ عدل کی اصطلاح اسم ذات اور اسم صفت دونوں صورتوں میں استعمال ہوتی ہے لیکن معنوں کے اعتبار سے یہ دونوں ایک دوسرے کے عین مطابق نہیں۔ اسم ذات کے طور پر عدل کے معنی انصاف یا دادرسی کے ہیں اور اسم صفت کے مطابق اوپر بیان کر دیئے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ عدل کی ایک تعریف جو کہ انیسویں صدی عیسوی کے وسط میں بروئے کار لائی گئی بیان کرتے ہیں کہ ”عدل وہ ہے جس میں خیر کے رجحانات شر کے رجحانات پر غالب ہوں“ مختصر اَ عدل کا ترجمہ یوں کیا جاسکتا ہے کہ:۔ ”عدل (عادل) ایسے شخص کو کہتے ہیں جو کہ لازماً دین اسلام کے دیئے ہوئے مفہوم کے مطابق اچھے اخلاق رکھتا ہو یہ کیفیت یا حالت خواہ اس کے قدرتی رجحانات کا نتیجہ ہو خواہ وہ بھی یا اکتسابی یا اسے قوت ارادی کے ذریعے حاصل کیا جائے بہر حال یہ مسئلہ منطقی طور پر متنازع فیہ ہے۔“ اس اسم صفت کو اسم ذات کے طور پر بھی استعمال کیا جاتا ہے اور اس صورت میں اس کے معنی نیک اخلاق رکھنے والا شخص لئے جاتے ہیں۔¹³

¹⁰ ابو الفضل جمال الدین محمد بن مکرر، لسان العرب، مکتبہ دار صادر بیروت، ط: 3، 1414ھ، ص: 430، 432، 433

¹¹ شان الحق حقی، فہرست تلمیذ، مکتبہ مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد 2012ء، ص: 701

¹² سید قائم رضا نسیم امر و بوی، جامع نسیم اللغات، مکتبہ شیخ غلام علی اینڈ سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، پبلشرز، لاہور، ص: 93

¹³ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ص: 4، 5، 6 ملخصاً

مزید عدل کے بارے میں یہ کچھ اس طرح گویا ہیں کہ جدید تر مسلم ادبوں میں عدل کی اصطلاح میں کچھ اور توسیع ہوئی ہے اور معاشی و معاشرتی انصاف کا مفہوم بھی اس میں شامل ہو گیا ہے لہذا یہ کسی فرد واحد کی کیفیت عدالتہ تک محدود نہیں ہے بلکہ اس میں اجتماعی حالت انصاف بھی شامل ہو گئی ہے۔

سید قطب شہید لکھتے ہیں:

عدل: عربی گرائمر کی رُو سے مصدر ہے۔ یہ لفظ قرآن میں چھبیس مقامات پر بیان ہوا ہے۔ قرآن مجید میں عدل کو مزید برابری، نیک نیت، قیمت، مرد صالح اور حق و انصاف کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔ اردو زبان میں عدل کے لئے عموماً انصاف کا لفظ مترادف کے بطور استعمال ہوتا ہے جو علمی اور لغوی اعتبار سے چنداں درست نہیں ہے انصاف کے معنی ”تخصیف یا نصف حصہ کرنے“ کے ہیں۔ یوں اس سے مراد حقوق کو محض برابر تقسیم کر دینا ہے لیکن قرآن میں جو عدل کی اصطلاح ہے وہ محض مساویانہ تقسیم حقوق کا نام نہیں ہے کیونکہ مساوات مجرد انداز میں، خلاف فطرت امر ہے۔ حقیقت میں عدل کا تقاضہ یہ ہے کہ مساوات کی بجائے توازن و تناسب قائم کیا جائے۔ مساوات اگرچہ عدل کی رُو میں شامل ہیں جیسا کہ مدنی حقوق اور شہری آزادیوں میں یہ تصور موجود ہے مگر جہاں تک اولاد اور والدین کے درمیان معاشرتی مساوات کا تعلق ہے، یہ اخلاقاً درست نہیں ہے۔ شریعت کی رُو سے عدل کا تقاضہ ہے کہ ہر فرد کے قانونی، آئینی، تمدنی، سیاسی، معاشی، معاشرتی اور اخلاقی حقوق کو پوری ذمہ داری اور آخرت کی جوابدہی کے احساس کے ساتھ ادا کیا جائے۔¹⁴

جیسا کہ ہم نے دیکھا کہ عدل کے لغوی معنی ہیں برابر، سیدھا کرنا، توازن اور تناسب برقرار رکھنا، افراط و تفریط سے بچنا اور کسی شے کو دو برابر حصوں میں اس طرح تقسیم کرنا کہ ہر حصہ برابر ہو جائے کسی حصے میں ذرہ برابر بھی فرق نہ رہ جائے اس کو عربی میں عدل کہتے ہیں۔ ان کے علاوہ عربی میں عدل کے لئے بہت سی اصطلاحات مستعمل ہیں جن میں حاتم، حاکم، عدل، قسط (انصاف) اور التمثیل (ناصح) شامل ہیں۔ گویا عدل کے معنی ہیں سیدھا کرنا، اونچ نیچ کی تقسیم ختم کر دینا، باہم توازن قائم کر دینا، برابر تقسیم کرنا اور افراط و تفریط کے ہر طرح کے وہم کو دور کر دینا یعنی: ”وَضَعَ شَيْءٌ فِي مَحَلِّهِ“ ”کسی چیز کو اس کے صحیح مقام پر رکھنا“۔ مراد یہ ہے کہ کسی چیز کو اس کے اصل مقام پر رکھنا اور کسی کے ساتھ زیادتی نہ کرنا عدل کہلاتا ہے۔ اصطلاح میں عدل سے مراد معاشرے کے ہر فرد کو اس کا صحیح مقام دینا یعنی جو سزا و جزا کا حقدار ہے اس کے ساتھ وہی معاملہ کیا جائے۔ اسلامی اصطلاح میں عدل کی تعریف یوں کی گئی ہے کہ: ”عدل افراط و تفریط کے درمیان ایک نقطہ مساوات ہے جو اطراف کو برابر رکھتا ہے اور حق پہ آکر رک جاتا ہے“

{إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ} ¹⁵

”بے شک اللہ تعالیٰ عدل اور احسان کرنے کا حکم دیتے ہیں“

یعنی اسلامی نظریے کے مطابق چیزوں کا ٹھیک اپنی جگہ اور حدود میں ہونا عدل ہے ہر جگہ ناپی تولی ہوئی برابری عدل نہیں ہوتی بلکہ حقوق کا توازن و تناسب کے ساتھ ادا کرنا عدل کہلاتا ہے۔ یعنی اسلام میں عدل سے مراد ہر چیز کو اس کے اصل مقام پر رکھنا ہے ساتھ ہی عدل کا تقاضا ہے کہ تمام لوگوں کے ساتھ برابری کا سلوک کیا جائے اسلام عدل کو نیکی اور انسانی شخصیت کی ایک صفت قرار دیتا ہے ہی حقوق و فرائض کی تقسیم میں توازن کو برقرار رکھتے ہوئے مساوات کا درس دیتا ہے لیکن یہ تقسیم یکساں نہیں ہے بعض اوقات عدل دولت کی غیر منصفانہ تقسیم کی صورت میں

¹⁴ سید قطب شہید، اسلام میں عدل اجتماعی، ترجمہ ”العدالة الاجتماعية في الاسلام“ مترجم: ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، 2006ء

عدم مساوات کی بنا پر قائم کیا جاتا ہے۔ عدل انسانی زندگی کی بنیاد ہے اور انسانی معاشرے کا سب سے اہم ترین اصول ہے یہ انسانی زندگی کے ان تمام پہلوؤں کو اپنے احاطہ میں لاتا ہے جو کہ دوسرے لوگوں کے ساتھ امن و موافقت کے ساتھ رہنے کے قابل بناتے ہیں آپ ﷺ کو صحیحے کا بنیادی مقصد ہی دنیا میں عدل کا قیام تھا اور ہر طرح کی نا انصافی کا خاتمہ تھا اور انہوں نے عدل کا ایک بہت وسیع اور جامع تصور دیا جو کہ انسانوں کی سوچ اور عمل دونوں میں کار فرما ہوتا ہے۔

شفیق احمد بلوچ لکھتے ہیں:

مساوات کے لغوی معنی ”برابری“ ہیں۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق تمام انسان حضرت آدم کی اولاد ہیں ایک خدا کی مخلوق ہیں سب کی اصل ایک ہے کسی بھی انسان کی فطرت بری نہیں ہے وہ پیدا انشی نیک ہے گناہگار نہیں ہے سب کا رسول، کعبہ، کتاب فرقان اور مقصد حیات ایک ہے۔ ہر قوم میں ایک نبی آیا اور ہدایت کا یہ سلسلہ چلتے ہوئے آپ ﷺ تک پہنچا آپ ﷺ کی دعوت بھی وحدت اسلامیہ پر مشتمل تھی اور دعوت کی بنیاد یہ تھی کہ سب کا عقیدہ ایک ہے رنگ، ذات، قوم، ملک کا اختلاف کوئی شے نہیں لہذا کوئی قوم کسی دوسری قوم کا مذاق نہ اڑائے کوئی انسان دوسرے کو حقیر نہ جانے حسن خلق ہی انسان کا امتیازی وصف ہے۔¹⁶

جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

{ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا }¹⁷

”اے لوگو! اللہ سے ڈرتے رہو جس نے تم کو پیدا کیا ہے ایک جان سے اور پیدا کیا ہے اسی ایک جان سے اس کا جوڑا“

محمد رفیق چوہدری لکھتے ہیں: مندرجہ بالا آیت کریمہ انسانی مساوات کو مکمل طور پر واضح کرتی ہے اگر اس آیت کریمہ کے مفہوم پر غور کیا جائے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ پہلا لفظ ہے { يَا } جس کا ترجمہ ہے ’اے‘ یعنی حرف ندا۔ دوسرا لفظ ہے { أَيُّهَا } یہ انداز کسی کو قریب تر لانے میں اختیار ہوتا ہے مقصود یہ ہے کہ مخاطب پر یہ واضح کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ انہیں عزیز تصور کرتے ہوئے ان پر اپنے قرب کی راہیں کھولنا چاہتا ہے بلا امتیاز ہر انسان یہ قرب حاصل کر سکتا ہے یعنی جذبہ انصاف اخلاق ربانی ہے۔ یہ انسانی مساوات کے قیام کا پہلا اعلان اور برہان ہے۔

{ اتَّقُوا } سیرت کو سنوارنے کا انداز یہ دیتا ہے کہ بندہ خدائے ذوالجلال والا کرام کو اپنا محبوب مطلق جانے اور عملی طور پر وہ کام کرے جس سے وہ راضی ہوں اور ہر اس کام سے کنارہ کشی اختیار کرے جو ان کی ناراضی کا سبب بنے یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا مندی و ناراضی کا خیال باقی ہر بات پہ حاوی ہونا چاہئے۔ اسی کو تقویٰ کہتے ہیں یہ مساوات انسانی کی ایک واضح دلیل ہے۔

{ رَبُّكُمْ } سے مراد ہے تمہارا پروردگار۔ عربی لغت کی رو سے اس کے مفہیم ہیں پیدا کرنے والا، نشوونما پہنچانے والا، کمال پر پہنچانے والا۔ یعنی تمام بنی نوع انسان کا پروردگار اور کارساز ایک ہے یہ بھی مساوات کی ایک واضح دلیل ہے۔

{ خَلَقَكُمْ } مراد جس نے تخلیق کیا۔ یعنی تمام انسانیت کا خالق ایک ہے تو گویا مساوات کی اس دلیل سے تمام بنی نوع انسان کا یکساں ہونا ثابت ہوتا ہے۔

{ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ } کا مفہوم یعنی سب کی اصل ایک ہے۔

¹⁶ شفیق احمد بلوچ، عدل و امن، ساہیوال پرنٹنگ پریس، ساہیوال، 2009ء، ص: 19، 20، ملخصاً۔

¹⁷ النساء 1:4

{ مِنْهَا زَوْجَهَا } مراد اسی اصل سے اس کا جوڑ پیدا کیا۔ یہاں زوج کے مقابلے میں زوجہ نہیں لائے زوج ہم خیال کو کہتے ہیں یہ لفظ دلالت کرتا ہے کہ عورت بھی نسل انسانی سے ہے یہ مساوات انسانی کی ایک اہم دلیل ہے یعنی مرد و عورت اپنی اصل اور جنس کی مناسبت سے بالکل ایک جیسے ہیں۔¹⁸ ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

{ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا }¹⁹

”اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا اور ہم نے رکھی ہیں تمہاری ذاتیں اور قبیلے کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو“

یہاں بھی خطاب تمام بنی نوع انسان سے ہے بغیر نسلی، قبائلی معیار کے سب کو یکساں مخاطب کرتے ہوئے ان کی پیدائش کی مثال دی گئی وہ یہ کہ بنی نوع انسان ایک ہی فطرت پر ہیں اور دنیا میں جو مختلف قبائل اور قومیں ہیں وہ فقط ان کے باہمی تعارف کی خاطر ہیں۔ یہاں ہر قسم کے نسلی و قبائلی تفاخر کا جڑ سے خاتمہ کر دیا گیا جس سے یہ وضاحت ہو گئی کہ کوئی بھی انسان کسی رنگ، نسل، قوم، قبیلہ، مال و دولت اور طاقت کی ایما پر ہر گز کسی سے بہتر یا برتر نہیں ہے۔ اور مزید بہتر ہونے کا پیمانہ مقرر کر دیا گیا یعنی انسانوں کو اگر ایک دوسرے سے بہتر سمجھا جائے تو صرف ان کا تقویٰ ہے جس کی بدولت وہ دوسروں کی نسبت بہتر کہلا سکتے ہیں مگر وہ بھی اپنے رب کے نزدیک بہتر کہلائیں گے ہاں دنیا میں ان کی شرافت و تقویٰ کی تعریف اور عزت کی جاسکتی ہے۔

سید قطب شہید لکھتے ہیں:

نوع انسانی میں وحدت مساوات کا یہ سبق اپنے اندر انتہائی اہم اور دور رس نتائج سموئے ہوئے ہے یہ نظریہ کہ ہر مرد و عورت کی اصل ایک ہے اور ہر گورے، کالے کا باپ ایک ہے اس نظریے سے باقی تمام باطل عقائد کا خود بخود رد ہو جاتا ہے جو کہ دیگر مذاہب جیسے یہودیت، عیسائیت، ہندومت اور بدھ دھرم وغیرہ میں پائے جاتے ہیں یہ عقائد جو کہ تمام نسل انسانی کو ذلت کی بنا پر چھوٹے بڑے طبقات میں تقسیم ہیں اور نتیجہ نفرت و عداوت کی صورت میں نکلتا ہے۔ ان سب کا رد اسلام انتہائی منطقی اور استدلال سے کرتا ہے کہ تمام بنی نوع انسان ایک ہی پلیٹ فارم پر جمع ہو تصور ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کے متعلق ہر گز بھی تفاخر یا احساس کمتری کا شکار نہیں ہوتے بلکہ برابری اور باہمی الفت و عزت کے جذبات رکھتے ہیں۔ جب اسلام کی دعوت بلند کی گئی تو انسانیت مساوات کے لفظ سے نا آشنا تھی یہ تو ایک حقیقت ہے کہ باقی مذاہب اپنے اپنے خود ساختہ برتری و کمتری کے نظریات کے مطابق جی رہے تھے ان معاشروں میں اعلیٰ درجہ پر فائز طبقہ نچلے طبقوں پر انسانیت سوز سلوک کرنے میں حق بجانب سمجھا جاتا تھا۔ ایسے حالات میں جب اسلام کی روشنی سے دنیا متور ہوئی تو اس نے دنیا کو مساوات کے تصور سے آشنا کیا اس نظریے کی رو سے اسلام نے مبادی و معاد اور موت و زندگی میں حقوق و فرائض کے باب میں، قانون کے سامنے دنیا میں اور اللہ تعالیٰ کے سامنے دنیا و آخرت دونوں میں الغرض ہر جگہ ہر حیثیت سے تمام انسانوں کو مساوی قرار دیا اور بتایا کہ عمل صالح کے سوا فضیلت و امتیاز کا کوئی اور معیار مقرر نہیں ہے عزت و شرف اگر ہے تو ان کے لئے جو زیادہ متقی اور پاکباز ہوں۔ یہ انسانیت کی وہ معراج تھی جس کی تاریخ بنی نوع انسان میں اور کوئی مثال موجود نہیں اور اب یہ وہ چوٹی ہے جس کی بلندیوں کو انسان کبھی نہ چھو سکا بلکہ یہ انسانیت کی میلاد ثانی تھی جس میں ایک بلند تر انسان نے جنم لیا یہ وہ مقام بلند تھا جس سے بعد کے ادوار میں انسانیت نیچے گر گئی اور جس پر اگر وہ دوبارہ پہنچ سکتی ہے تو اسی طرز زندگی کے زیر سایہ پہنچ سکتی ہے۔²⁰

جیسا کہ فرمان الہی ہے:

¹⁸ محمد رفیق چوہدری، اسلام اور نظریہ مساوات مرد و زن، ادارہ معارف اسلامی منصورہ، لاہور، س۔ن، ص: 77، 79 ملخصاً

¹⁹ الحجرات 49: 13

²⁰ قطب شہید، اسلام میں عدل اجتماعی، ترجمہ ”العدالة الاجتماعية في الاسلام، مترجم: ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، 1982ء، ص: 149

{ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ }²¹

”بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تم میں سے عزت والا وہ ہے جو کہ پرہیز گار ہے“

رب باری تعالیٰ نے حضرت آدمؑ سے لے کر رسول اللہ ﷺ تک جتنے بھی برگزیدہ پیغمبر بھیجے ان سب کے ذمہ داری اس وقت کے لوگوں کی ہدایت تھی لہذا انہوں نے مخصوص لوگوں کو ہی مخاطب کیا، جبکہ نبی آخر الزمان رسول اللہ ﷺ کو بلا تفریق کل انسانیت کی رہنمائی کی ذمہ داری تفویض ہوئی، آپ ﷺ ایسا الناس کہہ کر خطاب فرمایا کرتے تھے کیونکہ آپ ﷺ کی دعوت انسانیت کے واسطے ہے رسول اللہ ﷺ کے سوا کسی بھی نبیؑ نے کافہ للناس کا لفظ استعمال نہیں کیا۔ حضور ﷺ نے تاحیات بلا تفریق لوگوں کو عدل و مساوات کا درس دیا اور سب کو ایک مقام پہ لا کھڑا کیا، رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے دن ایک لاکھ صحابہ کرامؓ کے مقدس اجتماع میں ارشاد فرمایا کہ آج میں تمام قسم کے نسبی فخر کو مٹاتا ہوں اور آئندہ کسی مسلمان کے پاس یہ اختیار نہیں کہ وہ جاہلیت کے دعویٰ کو دوبارہ زندہ کرے مزید فرمایا: جابر بن عبد اللہ:

((ياايها الناس ان ربكم واحد وان اباكم واحد الا لا فضل لعربي على عجمي ولا لعجمي على عربي

ولا لاحمر على اسود ولا اسود على احمر الا بالتقوى))²²

”جابر بن عبد اللہؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! تمہارا رب بھی ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہے آگاہ رہو، کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر، کسی سفید فام کو کسی سیاہ فام پر اور کسی سیاہ فام کو کسی سفید فام پر کوئی

فضیلت حاصل نہیں برتری کا یہ مانہ فقط پرہیز گاری ہے“

حصول فرمان نبوی ﷺ یہ ہے کہ جغرافیہ اور رنگ و نسل کے لحاظ سے کوئی گروہ دوسرے گروہ پر برتر نہیں برتری کا معیار صرف کردار کی بہتری ہے اگر دنیا رسول اللہ ﷺ کی ان تعلیمات کی پیروی کرے تو کائنات کو وہ امن و راحت نصیب ہو جائے جس کی جستجو کے لئے وہ بے چین ہے۔ محمد رفیق لکھتے ہیں: مساوات کے متعلق تعلیمات نبوی ﷺ کے چند اہم پہلو پیش خدمت ہیں:

وحدت: حضرت آدمؑ کی اولاد ہونے کے ناطے تمام انسانوں کی اصل، خدا، رسول، قرآن اور مقصد حیات ایک ہے۔ جس کے نتیجے میں حُسن خلق ہی انسان کا امتیازی وصف ہے اور جو بھی انسانوں کے درمیان تفرقہ پیدا کرے وہ بنی آدم کا دشمن ہے۔ انہی تعلیمات کی بنا پر رسول اللہ ﷺ نے قبائل عرب کی دیرینہ نسلی و قبائلی عصبیت اور نفرت و عداوت کو ختم کر کے باہمی الفت و محبت کی بنا پر ایک پاکیزہ معاشرے کی بنیاد رکھی جو کہ تمام عالم میں ایک مثالی معاشرہ ہے اور اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ آج بھی اس معاشرے کے قیام کو یقینی امر بنانے سے انسانیت ہر طرح سے فلاح پائے گی۔

فطرت: انسان فطرتاً برا نہیں ہے نہ ہی پیدا انشی گناہ گار ہے بلکہ پیدا انشی طور پر وہ نیک ہے۔ اس کا ضمیر اسے برائی سے روک دیتا ہے انسان کو کبھی بھی مایوس نہیں ہونا چاہیے ناامیدی ہر حال میں کفر ہے۔ جیسا کہ عرب کی حالت دیکھ کر کون یہ کہہ سکتا تھا کہ وہ نیک ہی نہیں بلکہ نیکوں کے امام ہو سکتے ہیں حالانکہ وہ بہت پستی میں تھے مگر حضور ﷺ کی کوششوں نے ثابت کیا کہ عرب سونا تھے کندن تھے اسلام کی بھٹی نے تمام میل کو صاف کیا تو وہ آفتاب کی مانند چمک اٹھے الغرض انسانی اخلاق کے لئے موت سے بدتر یہ بات ہے کہ انسان نیک ہو سکتا اور نوید حیات یہ بات کہ انسان نیک ہے اسکی اصل فطرت اچھی ہے بدی ایک بیرونی اثر ہے اور وہ زائل ہو سکتا ہے۔

²¹ الحجرات 49:13

²² احمد بن حنبل، الامام، ابی عبد اللہ الشیبانی (164-241ھ) مسند الامام احمد بن حنبل، دار احیاء التراث العربی بیروت۔ لبنان، الطبعة الثالثة، 1994-1415/14

ھ، رقم الحدیث: 22978، 580/6

حریت: انسانوں پر ان کے خالق نے خاص کرم کرتے ہوئے یہ احسان کیا کہ وہ آزاد ہیں جیسا کہ انسان کو مجبوراً مسلمان بنانا منافی اسلام ہے قادر مطلق ہونے کے باوجود مالک نے انسانوں کو یہ آزادی دی کہ یہ ان کی صوابدید ہے کہ دائرہ اسلام میں آئیں یا انکار کر کے کفر اختیار کریں اگر اسے جبر منظور ہوتا تو کفر ارض پر کوئی کافر نہیں ہوتا۔ بنیادی نکتہ یہ ہے انسان اپنی رائے میں صراحت سے کام لے وہ قول کا سچا ہو منافقت کو اسی لئے لعنت قرار دیا کہ اس میں انسان اپنے اوپر ظلم کرتا ہے یعنی نفس پہ جبر کرتا ہے مسلمان منافق نہیں ہوتا۔ یعنی انسان کو اپنے رب کی طرف سے مکمل آزادی فکر اور آزادی عمل حاصل ہے جو کہ تمام انسانوں کو برابری اور عزت کا درجہ عطا کرتی ہے اور یہ معراج انسانیت ہے۔ گویا اسلام دنیا کی بنائی ہوئی وطنی، لسانی یا نسلی قومیتوں کے تصور کو بالکل رد کرتا ہے اور اس کے بجائے انسان کو ایک عالمگیر وحدت کے رشتے میں پروتا ہے اور اسے ایک اکائی تصور کرتا ہے اور اتنی بات مانتا ہے کہ اجتماعی زندگی کے ارتقاء و نشوونما کے لئے قوموں اور گروہوں کا وجود ایک معاشرتی اہمیت ضرور رکھتا ہے مگر یہ عارضی اہمیت حق و ناحق کا پیمانہ نہیں ہے اور نہ ہی حمیت، عصیت اس درجہ ہونی چاہیے کہ وہ دوسروں کی حق تلفی کا سبب بن جائے۔²³ جیسا کہ فرمان الہی ہے:

{وَ اخْتَلَفُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَاتٍ لِّلْعٰلَمِيْنَ} ²⁴

”تمھاری زبانوں اور رنگوں کے اختلاف میں جاننے والوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں“

اور اس طرح ہمیشہ کے لئے عصیت کا قلع قمع کر دیا اور قانونی و معاشرتی مساوات کا مکمل تصور دیا جس کے مطابق تمام انسانوں کو برابری کی بنیاد پر بنیادی انسانی حقوق ملتے ہیں اور وہ ایک صحتمند زندگی گزارنے کے قابل ہوتے ہیں۔ اگر ہم روزمرہ زندگی کی بات کریں تو تین قسم کی مساوات دیکھنے کو ملتی ہیں یعنی قانونی مساوات، معاشرتی مساوات، معاشی مساوات شامل ہیں اب ان کا مختصر جائزہ پیش ہے۔

۱۔ قانونی مساوات

حیدر زمان صدیقی رقمطراز ہیں: قانونی مساوات کے ضمن میں اسلامی ریاست پر آئین و قانون کا نفاذ لازم ہے۔ عدلیہ تمام افراد اور معاشرہ میں بلا تفریق انصاف کی فراہمی یقینی بنائے۔ مضبوط و کمزور اور حکمران و رعایا آئین میں مساوی ہوں۔ اسلامی ریاست کی بنیاد ہی انصاف کی فراہمی ہے۔ اسلامی ریاست کا کوئی شہری قانون سے بالاتر نہیں حتیٰ کہ منتظم اعلیٰ بھی قانون سے مستثنیٰ نہیں۔ قرآن مجید نے حضور ﷺ کو قانون پر ایمان لانے والا کہا ہے:²⁵

{اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهِ وَ اَلْمُؤْمِنُوْنَ} ²⁶

”رسول ایمان لائے اس چیز پر جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتاری گئی، مومنین بھی اس پر ایمان لائے“

اسلامی نظام میں غریب اور امیر کے لئے دو مختلف عدالتی نظام نہیں پائے جاتے۔ یہاں خدائے ذوالجلال اور رسول اللہ ﷺ کی طرف سے جو قانونی نظام دیا گیا وہ سب پر یکساں جاری و نافذ ہوتا ہے۔ خواہ وہ امیر المؤمنین ہو یا بوجھ اٹھانے والا مزدور ہو۔ ایک دفعہ قبیلہ بنی مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی جرم ثابت ہو جانے پہ حضور ﷺ نے قطعید کا حکم دیا وہ عورت چونکہ اعلیٰ خاندانی حیثیت کی تھی تو بااثر افراد نے سوچا کہ اس عورت کو سزا ملنے سے ان کی عزت پہ حرف آئے گا تو انھوں نے آپ ﷺ سے سفارش کرنے کے متعلق سوچا اب معاملہ یہ درپیش تھا کہ سفارش

²³ محمد رفیق چوہدری، اسلام اور نظریہ مساوات مرد و زن، ادارہ معارف اسلامی منصورہ، لاہور، س۔ن، ص: 84-88 ملخصاً

²⁴ الروم 30: 22

²⁵ حیدر زمان صدیقی، اسلامی نظریہ اجتماع، نفیس اکیڈمی، کراچی: پاکستان، ط: 1938، 1، ص: 198

²⁶ البقرہ 285: 2

کون کرے کسی میں اتنی ہمت نہیں تھی تو پھر اس کام کے لئے حضرت اُسامہ بن زیدؓ کو چنا گیا وہ تب کم عمر تھے اور آپ ﷺ کو بہت عزیز تھے۔ جب انھوں نے آپ ﷺ سے سفارش کی تو آپ ﷺ جلال میں آگئے اور فرمایا:

((انما أهلك الذين قبلكم انهم كانوا اذا سرق فيهم الشريف تركوه، و اذا سرق فيهم الضعيف

أقاموا عليه الحد، و ايم الله! لو أن فاطمة بنت محمد ﷺ سرق لقطععت يدها))²⁷

”تم سے پہلے کی قومیں اس لئے تباہ ہو گئیں کہ وہ اپنے میں سے کمزور لوگوں کو جرم کرنے پہ سزائیں دیا کرتی تھیں جبکہ اپنے میں سے بااثر افراد کو جرم کرنے پہ چھوڑ دیا کرتی تھیں اللہ تعالیٰ کی قسم جو میری حیات کا مالک ہے اگر اس خاتون کی جگہ میری بیٹی فاطمہؓ بھی چوری کرتی تو میں اس کے لئے بھی قطع ید کا حکم دیتا۔“

حضور نبی کریم ﷺ کے اس بے لاگ عدل سے ایسی شاندار نظیر قائم ہوئی جو تا قیامت انسانیت کی ہدایت کے ضمن میں نادر نمونہ ہے کہ عدل کا نفاذ کرتے کوئی پیارا کوئی عزیز رکاوٹ نہیں بن سکتا اور اس کے ساتھ اقوام کی ترقی کا واضح اصول بیان فرما دیا کہ کسی بھی معاشرے کی ترقی و فلاح کا راز عدل میں مضمر ہے۔

۲۔ معاشرتی مساوات

اسلامی ریاست اپنے شہریوں میں معاشرتی مساوات کی قائل ہے۔ وہ ان تفریقات کو تسلیم نہیں کرتی جو ذات، قبیلہ، خون اور پیشہ کی بنا پر وجود میں آئیں۔ اسلامی ریاست ان تمام جاہلی امتیازات کو یکسر مٹا دینے کے لئے قائم ہوئی۔ اس کی نظر میں وہ تمام شہری یکساں حیثیت کے مالک ہیں جو شہریت کی شرائط پوری کر رہے ہیں۔ معاشرتی اعتبار سے یہ سب لوگ برابر ہیں۔ اسلامی ریاست چونکہ ظاہری اعمال سے متعلق مکلف ہے اس لئے اگر امتیاز کرتی بھی ہے تو اس خدائی معیار کے مطابق جسے اچھائی اور برائی کی صورت میں واضح فرمایا گیا۔ قرآن حکیم میں ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ²⁸

”اور تمہیں مختلف شاخوں اور قبیلوں میں اس لئے تقسیم کر دیا ہے کہ تم میں آپس میں شناخت ہو۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم سب میں عزت والا وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرنے والا ہو“

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

((لا فضل لعربي على عجمي ولا لعجمي على عربي ولا لا اسود على ابيض ولا لا ابيض على اسود

فضل الا بالتقوى))²⁹

”کسی عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں اور نہ کسی عجمی کو کسی عربی پر فضیلت حاصل ہے اور نہ کسی کالے کو گورے پر اور نہ کسی گورے کو کالے پر کوئی برتری حاصل ہے، ساری برتیاں کردار و عمل پر مبنی ہیں“

²⁷ مسلم، الامام، ابی الحسین بن حجاج بن مسلم القشیری النیسابوری (204ھ-261ھ) صحیح مسلم، دار السلام للنشر والتوزیع، الرياض، الطبعة الثانية، محرم

1421ھ۔ اپریل 2000م، کتاب الحدود، باب: قطع السارق الشريف وغيره، والنهي عن الشفاعة في الحدود، رقم الحديث: 4410، ص: 748

²⁸ الحجرات: 13:49

²⁹ مسند الامام احمد بن حنبل، رقم الحديث: 22978، 580/6

انسانی مساوات کے انہی اصولوں پر رسول اللہ ﷺ نے عالمی سطح پر عادلانہ، جمہوری معاشرہ کا آغاز فرمایا اور بعد ازاں یہی ضوابط عالمی جمہوریت و مساوات کی بنیاد بنے جس کا عملی مظاہرہ ہمیں خلافت راشدہ کے سنہری ادوار میں ملتا ہے، اسوہ حسنہ کی عملی تعلیمات نے بنی نوع انسان کو علاقائی، نسلی اور لسانی تقسیم کے چنگل سے آزاد کر دیا جن سے ایسی ریاست وجود میں آتی ہے جو معاشرتی مساوات کو قائم رکھتی اور اپنے انتظامی اختیارات سے مصنوعی امتیازات کو ختم کرتی ہے۔

۳۔ معاشی مساوات

اسلامی ریاست معاشی مساوات کا مکمل لحاظ رکھتی ہے۔ لیکن معاشی مساوات میں یہ تمام ریاستوں سے منفرد نظریہ رکھتی ہے۔ موجودہ عہد کی بعض ریاستیں مساوات کا دعویٰ کرتی ہیں لیکن حقیقی مساوات سے نابلد ہیں۔ اسلامی مساوات کا مطلب ہے کہ معاشی میدان میں کام کرنے کے مساوی مواقع مہیا کئے جائیں اور تقسیم زر میں کوئی امتیاز روانہ رکھا جائے۔ اسلامی عدل کا نظام اس بات کا متقاضی ہے کہ ریاست لاوارث، مجبور افراد کی کفالت کرے اس عمومی حق کے متعلق فرمان نبوی ﷺ ہے:

((ابو ہریرہؓ عن رسول اللہ ﷺ: ((انا اولی الناس بالمؤمنین فی کتاب اللہ عزوجل، فایکم ما ترک دینا

او ضیعة فا دعونی، فانا ولیہ، وایکم ما ترک مالا فلیؤثر بمالہ عصبته، من کان))³⁰

”حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کتاب اللہ کے مطابق دوسرے لوگوں کی بہ نسبت

مسلمانوں کا زیادہ ولی میں ہوں، سو جو تم میں سے قرض یا بال بچے چھوڑ کر فوت ہوا تو مجھے بلاؤ، ان کا کفیل میں ہوں اور جو

آدمی مال چھوڑ کر فوت ہوا تو اس کے جو بھی ورثاء ہیں وہ اس کا مال لے لیں“

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((من ترک مالا فللورثة و من ترک کلاً فالینا))³¹

”جس نے مال چھوڑا وہ اس کے وارثوں کے لئے ہے اور جس نے بال بچے چھوڑے ہیں وہ ہمارے ذمہ ہیں“

غلام رسول چیمہ کے مطابق: ریاست کا فریضہ ہے کہ جس طرح لاوارث کی جائیداد کی مالک بنتی ہے اسی طرح وہ قرض اور دیت کی صورت میں بھی ذمہ دار ہوا اگر شہری بیوی بچے چھوڑ کر مرتا ہے تو ریاست ان کی بھی کفیل ہوگی۔ حق معیشت میں مساوی ہونے کا مطلب درجات معیشت میں مساوی ہونا نہیں، درجات معیشت میں تفاوت قدرتی امر ہے، اصول کی بات یہ نہیں کہ تمام افراد کے لئے سامان معیشت ایک ہی طرح کا ہو مگر یہ لازم ہے کہ موجود سبھی کے لئے ہونا چاہیے مزید برآں درجات کا یہ تفاوت متوازن سطح پر قائم ہو، کسی حالت میں بھی وہ لوگوں کے درمیان وجہ تعدی کا باعث نہ بنے۔ ارشاد ربانی ہے کہ دنیوی زندگی میں ہم نے لوگوں کی معیشت ان کے درمیان تقسیم کر دی ہے اور اس کو اس طرح دی کہ بعض کو بعض پر درجہ معیشت میں بلندی حاصل ہے۔ بہر حال درجات معیشت کا تفاوت فطری ہے، لیکن اس کو اعتدال پر رکھنا اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ ہر انسان کو اس کا جائز حق ملے تاکہ معاشرے میں افراط و تفریط کا خاتمہ ہو سکے۔³²

³⁰ مسلم، الامام، ابی الحسین بن حجاج بن مسلم القشیری النیسابوری (204ھ-261ھ) صحیح مسلم، دار السلام للنشر والتوزیع، الرياض، الطبعة الثانية، محرم

1421ھ۔ اپریل 2000م، کتاب الفرائض، باب: من ترک مالا فلورثته، رقم الحدیث: 4160، ص: 707، 708

³¹ صحیح مسلم، کتاب الفرائض، باب: من ترک مالا فلورثته، رقم الحدیث: 4161، ص: 708

³² غلام رسول چیمہ، پروفیسر، اسلام کا معاشی نظام، چوہدری غلام رسول اینڈ سنز پبلشرز، لاہور 2012ء، ص: 100

☆ تصور عدل میں مساوات کا حقیقی وجود یا صورت

ہمارے ہاں عموماً ایک بات کہی جاتی ہے کہ اسلام انسانوں کے درمیان ہر پہلو میں مساوات کا قائل ہے جبکہ اصولی طور پر یہ ایک غلط فہمی ہے اسلام بہت صراحت کے ساتھ مساوات کا درس تو ضرور دیتا ہے لیکن یہ اسے عدل کے مساوی قرار نہیں دیتا نہ ہی عدل کی طرح حیات کے تمام پہلوؤں پر اس کا درس دیتا ہے بلکہ معاشرے میں عدل کی بنیاد پر مساوات کی تقسیم کرتا ہے اسلامی عدل اجتماعی کا تصور نہایت جامع اور وسیع ہے ، مساوات اس کا ایک حصہ ہے۔ جیسا کہ محمد بخش سلیم کہتے ہیں: بعض لوگ عدل کے معنی واقف نہیں اس لئے وہ مساوات کا عمومی مفہوم سمجھتے ہوئے غلط فہمی کا شکار ہیں کیونکہ عدل کا تصور کلی طور پر مساوات کے برابر لینا سراسر کم فہمی ہے مزید یہ دانش و فراست کے بھی برخلاف ہے کیونکہ عدل کے مطابق تو ہر چیز کو اس کے اصل محل کے مطابق استعمال کرنا ہے۔ آدمی کو آدمی کے حقوق جبکہ خاتون کو خاتون کے حقوق دینا عدل ہے ان دونوں میں مکمل طور پر برابری ہونا عدل کے منافی ہے۔ مساوات کا لفظ اسلام کی زندگی میں جا بجا نظر آتا ہے عام طور پر مساوات کو عدل کا ہم معنی تصور کیا جاتا ہے مگر زندگی میں ایسے مقام بھی آجاتے ہیں جہاں عدل مساوات کے منافی نظر آتا ہے مثلاً صدر کی تنخواہ اور ایک عام چپڑاسی کی تنخواہ میں موجود تفاوت۔ جبکہ حقیقت میں دونوں ہی ملک کے لئے کام کرتے ہیں مگر اس قدر افراط و تفریط کیوں ہے؟ جبکہ دونوں کی ضروریات زندگی بھی ایک جیسی ہیں اگر اس طرح کے معاملے میں مساوات کو قائم رکھا جائے تو عدل کی حدیں ٹوٹی ہیں دراصل عدل سے مراد انسانی زندگی کے تمام شعبے خواہ معاشرتی معاملہ ہو یا معاشی سوچ ہو عدالتی دائرہ یا سیاسی فکر ہو انفرادی معاملہ یا اجتماعی جھنجھٹ ہو سب میں حقوق کی مناسب اور برابر تقسیم ہے۔ ہمارے معاشرے میں کچھ عرصے سے مساوات مرد و زن کا تصور ابھرا ہے جو کہ اصل ایورپ کی دین ہے مغرب میں مساوات مرد و زن کا نظریہ سب سے پہلے برطانیہ کے ایک دہریہ فلسفی جو کہ ایک ناول نگار بھی تھا کی بیوی، میری وولسٹون کرافٹ Marry Wollestone craft نے اپنی کتاب ”حقوق نسواں“ Vindication of the rights of the women میں پیش کیا تھا یہ کتاب 1792ء میں لکھی گئی، اسی کتاب میں یہ مطالبہ کیا گیا تھا کہ:

Women should receive the same treatment as men in education, work opportunities, and politics and that the same moral standards should be applied to both sexes.

”تعلیم، روزگار اور سیاست کے میدان میں عورتوں کی وہی حیثیت تسلیم کی جائے جو حیثیت مردوں کو حاصل ہے اور دونوں صنفوں کے لئے اخلاقی معیار بھی یکساں ہونا چاہیے۔“

آگے چل کر جان سٹورٹ مل John Stuart Mill اور اس کے ہم خیال لوگوں نے ”مساوات مرد و زن“ کے حق میں دلائل فراہم کرنے شروع کیئے جلد ہی یہ تحریک یورپ اور پھر امریکہ میں پھیلنے لگی تمام شعبہ حیات میں مساوات کا تصور ترقی پسندانہ نعرہ slogan کی حیثیت اختیار کر گیا جسکے خلاف کوئی بات کرنا ناگوار یا پس ماندگی کی علامت سمجھا جاتا تھا۔ پھر امریکہ میں خواتین نے اپنے حقوق کے حصول کے لیے ایک تحریک چلائی وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ تصور نہایت وسعت پا گیا اور بالآخر اقوام متحدہ کے چارٹر میں ”مرد اور عورت کے حقوق برابر ہیں“ لکھوانے میں کامیاب ہو گئے مگر اس کے باوجود عورت کے مسائل حل نہیں ہوئے بلکہ اس کی مظلومیت میں اضافہ ہو گیا۔³³

³³ محمد بخش سلیم، کتاب الاخلاق، ناصر برادرز دادا دربار مارکیٹ، لاہور: 1987ء، ص: 25

بہر حال بیسویں صدی میں ”مساوات مرد و زن“ کا تصور دنیا میں آہستہ آہستہ کافی مقبولیت حاصل کر گیا اور اسلامی ممالک میں بھی یہ تصور پنپنے لگا پاکستان بھی اس تصور کے سحر سے بچ نہ پایا اور یہاں کے بھی کچھ طبقوں نے اس نعرے پر زور دینا شروع کر دیا اب ہم اسلامی تصور کے مطابق اس کا جائزہ پیش کرتے ہیں۔
بشری صادقہ لکھتی ہیں:

جیسا کہ اسلام نے دنیا کو سب سے پہلے ”مساوات“ کا درس دیا لیکن اسلام کی اصل روح کے مطابق اس تصور کو سمجھنا ضروری ہے جیسا کہ اسلام عدل پر زور دیتا ہے تو عام طور پر سمجھا جاتا ہے کہ عدل کا مطلب مساوات، برابری ہے یہاں تک تو بات ٹھیک ہے مگر عدل ایک نہایت وسیع اور جامع تصور ہے جس میں مساوات اس کا حصہ تو ضرور ہے مگر عدل کے مکمل تصور کے تقاضوں پر پورا نہیں اترتا۔ اسلام عدل کی رو سے معاشرے میں مساوات کا درس دیتا ہے یعنی کہ وہ عدل کی چھتری تلے مساوات کی تقسیم کرتا ہے جہاں تک مساوات مرد و زن کی بحث ہے انسانیت کے ضمن میں تو مرد و عورت برابر ہیں ان دونوں کے بنیادی انسانی حقوق بالکل برابر ہیں اس کے علاوہ نیکی و بدی کی جہاں تک بات ہے اس کی جزا و سزا میں بھی دونوں برابر کے حقدار ہیں یعنی انسان ہونے کی حیثیت میں دونوں اللہ تعالیٰ کے سامنے برابر ہیں۔³⁴

پھر جب معاشرے میں حقوق و فرائض کی بات آتی ہے تو یہاں دونوں میں ہر طرح سے مساوات قائم نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے دونوں کی تخلیق، جسمانی ساخت، فطرت اور جذبات کی بنا پر دونوں کو کچھ الگ الگ حقوق و فرائض تفویض کئے جو کہ ان کے لیے ہر طرح سے موزوں ہیں اور ایک کامیاب مثالی معاشرے کی ضمانت ہیں۔ جیسا کہ فرمان الہی ہے:

{الرِّجَالُ قَوَّاهُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ} ³⁵

”مرد عورتوں پر حاکم و مسلط ہیں اس لئے کہ اللہ نے بعض کو بعض سے افضل بنایا ہے“

مندرجہ بالا اصول خاندانی نظام زندگی کی کامیابی کے لیے وضع کیا گیا۔ قرآن حکیم میں ہے:

{وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُفْسِدُوا فِي الْإِيمَانِ فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَغْنًى وَثَلَاثٌ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةٌ} ³⁶

”جو عورتیں تمہیں پسند ہیں دو دو یا تین تین یا چار چار اُن سے نکاح کر لو اور اگر اس بات کا اندیشہ ہو کہ (سب عورتوں سے)

یکساں سلوک نہ کر سکو گے تو ایک عورت (کافی ہے)

مندرجہ بالا ”مشروط اجازت“ معاشرے کی پاکیزگی اور چند دیگر مسائل کی بنا پر دی گئی۔ اور اسی طرح ایک جگہ فرمایا:

{يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ الْإُنثَىٰ} ³⁷

”اللہ تمہاری اولاد کے بارے میں تمہیں ارشاد فرماتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے حصے کے برابر ہے“

اب یہ حکم مساوات کے بالکل متضاد ہے مگر عدل کی رو سے بالکل درست ہے کیونکہ رب ذوالجلال والا کرام نے آدمی اور خاتون کی حیات کے دائرہ کار متعین کرتے ہوئے تمام تر معاشی ذمہ داری مرد پر ڈال دی اور عورت کو اس سے استثناء دے دیا تو اس تناظر میں یہ حکم عدل کے عین مطابق ہے۔ اس کے باوجود اسلام میں عورت کے معاشی تحفظ کا نہایت مکمل انتظام کیا گیا جس میں حق جائیداد، حق وراثت، حق مہر وغیرہ شامل ہیں علاوہ

³⁴ ترجمان القرآن (ماہنامہ)، بشری صادقہ، مساوات مرد و زن کا تصور اور اسلام، نومبر 2011

³⁵ النساء 4:34

³⁶ النساء 4:3

³⁷ النساء 4:11

ازیں بیوگی اور مطلقہ ہونے کی صورت میں اس کے معاشی تحفظ کی خاطر خواہ انتظام کیا گیا جس کی تفصیل ابھی موضوع بحث سے متعلق نہیں ہے۔ جہاں تک بحیثیت انسان عزت اور ضروریات زندگی کا تعلق ہے ان میں مرد و عورت میں کسی بھی قسم کی کوئی تفریق موجود نہیں ہے فرمان الہی ہے :

{ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَمَهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ }³⁸

”اور عورتوں کا حق (مردوں پر) ویسا ہی ہے جیسا دستور کے مطابق (مردوں کا حق) عورتوں پر ہے“

رسول اللہ ﷺ عورتوں کے حقوق کی ادائیگی، حیا، لحاظ، برداشت کا مظاہرہ کرنے کی بہت سے مقامات پر تلقین فرماتے تھے خود آپ ﷺ بحیثیت والد اپنی دختران کے ساتھ، بحیثیت شوہر تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم و اجمعین کے ساتھ، اور بحیثیت مجموعی سبھی خواتین سے ان کا رویہ بے مثال رہا ہے، حضور ﷺ ہمیشہ خواتین کے ساتھ نرمی سے پیش آتے رہے کبھی بھی سختی سے پیش نہیں آئے اس مکمل و بے مثال رویہ کی عملی تعلیمات کی موجودگی میں دنیا بھر کی خواتین کو قیامت تک اور کسی بھی خود ساختہ مساوات و حقوق کے نظریہ کی ضرورت نہیں ہے ہمیں صرف حضور ﷺ کی اسوہ حسنہ کو سمجھتے ہوئے عملی طور پر اسے مشعل راہ بنانے کی ضرورت ہے۔

نتائج بحث: (Conclusion)

دنیا میں آج جو افرا تفری و بد امنی موجود ہے ان سب کی بڑی وجہ عدل و انصاف سے محرومی اور مساوات کے مجروح کن نظریات ہیں جو کہ معاشرے میں عدم برداشت پیدا کرتے ہوئے ایک دوسرے کے احترام کو ناپید کرتی ہیں معاشرتی زندگی میں عدل و مساوات کی عدم موجودگی کے باعث ایک گمبھیر صورتحال مختلف ادیان کے تقدس اور ان کے درمیان بقائے باہمی کا معدوم ہو جانا ہے۔ سیرت طیبہ ﷺ میں اس کے متعلق واضح ہدایات موجود ہیں میثاق مدینہ میں تمام ادیان کے پیروکاروں کے لئے اپنے اپنے مذہب پر عمل پیرا ہونے کی آزادی سیرت طیبہ نے دی ہے۔ اس نے بتایا کہ دین کے معاملہ میں زبردستی نہیں ہے اور مذہب کا فرق رواداری، تعاون اور اخوت و محبت، باہمی اشتراق، عمل اور معاشرتی ہم آہنگی میں قطعاً رکاوٹ نہیں بنتا، فرقہ وارانہ ہم آہنگی اپنے اپنے مذہب پر عمل کی ضمانت کے ساتھ زیادہ مضبوطی سے پیدا ہوتی ہے، حضور نبی کریم ﷺ کی سماجی زندگی بڑی ہمہ گیر، وسیع اور ہر زمانے کی سماجی ضروریات میں رہنمائی عطا کرنے والی ہے۔ اسوہ حسنہ کا موضوع ایسے روشن نقوش سے متصف ہے جن کی روشنی سے ہم اپنے معاشرہ کی کسی بھی قسم کی تاریکی کو جڑ سے ختم کر سکتے ہیں۔ سیرت طیبہ ﷺ کا سماجی پہلو آج بھی ایک روشن قدیل ایک بہترین اسوہ حسنہ ہے محققراً یہ کہا جاسکتا ہے کہ حضور ﷺ کی سیرت طیبہ مکمل عافیت، برکت کی داعی، رہنما ہے اور ان کی پوری زندگی جامع طرز حیات ہے جو اخوت و محبت، امن و سلامتی کے ساتھ عدل و مساوات کا بھی درس دیتی ہے۔

عدل تمام محاسن کی اصل ہے اسی لئے قرآن کریم نے بہت مرتبہ عدل کا نظام قائم کرنے کا حکم دیا اور اس معاملے میں قرآن کریم نے دوست اور دشمن میں بھی کوئی تمیز روا نہیں رکھی، ہر ایک کے ساتھ عدل کا حکم دیا۔ قرآنی تعلیمات کے مطابق عدل کی بدولت ہی نظام عالم قائم ہے، عدل و انصاف کے بغیر تو کاروبار دنیا رہے ہم برہم ہو جائے اور یہ دنیا جہنم کا نمونہ بن جائے۔ الغرض اس حقیقت کو جھٹلایا نہیں جاسکتا کہ اسلام نے جس طرح کا نظام عدل متعارف کرایا وہ اپنی اکملیت اور جامعیت میں دنیا کے تمام معاشرتی اور عدل کے نظاموں میں اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ اور اسلام کے پیش کردہ تصور عدل کی سب سے اہم خاصیت تو یہ ہے کہ اسے صرف کاغذوں پر متعارف نہیں کرایا گیا بلکہ اسے اسلامی معاشرتی نظام میں عملی طور پر نافذ بھی کر کے دکھایا اور نتیجتاً ایک کامیاب مثالی معاشرہ تشکیل پایا۔ جو کہ ساری دنیا کے لئے ایک روشن اور قابل تقلید مثال ہے جس میں فلاح مضمر ہے۔

مزید تحقیق کے لئے چند ممکنہ نکات

اس موضوع کے متعلق مزید تحقیق کے لئے مندرجہ ذیل نکات زیر بحث لائے جاسکتے ہیں:

- 1: اسلام کی اساس کے مطابق عدل کی اہمیت و ضرورت کا جائزہ لیا جاسکتا ہے۔
- 2: قرآن و سنت کی رو سے عدل پیدا کرنے والے عناصر اور عدل کی مختلف صورتوں پر تفصیلی روشنی ڈالی جائے۔
- 3: عصر حاضر کے تناظر میں عدل کے ناپید ہونے کی بنا پر مرتب ہونے والے منفی اثرات پر روشنی ڈالی جائے، مثلاً ان اثرات میں معاشرتی انتشار و فساد، معاشی پسماندگی، قانونی و انتظامی نقائص، عدالتی ناکامیاں وغیرہ شامل کی جائیں۔